خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے ہاتھ سے قتل نہ کیا جانا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے اور قرآن شریف کی صداقت کی دلیل ہے

دشمنوں کے شرّ سے آنحضرت ﷺ کی معجزانہ حفاظت کے ایمان افروز واقعات کا بیان

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۱ر تبوک ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿يٰٓاَيُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ. وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ (سورۃ المائدہ: ۶۸)

اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے ربّ کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے۔ اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو گویا تُو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ سے جو عصمت کا وعدہ ہے یہ ظاہری وعدہ بھی ہے اور روحانی وعدہ بھی ہے۔ ظاہری معنی عصمت کا تو ہے جسم کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کرنا اور غیر معمولی حالات میں معجزانہ طور پر حفاظت فرمانا۔ اور دوسرا معنی ہے عصمتِ معنوی یعنی نہایت ناپاک الزام جو دشمن تجھ پر لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے ان سے بری الذمہ ثابت فرمادے گا۔

آیت کے نزول کا زمانہ خاص توجہ کے قابل ہے۔ ابن جریر، ابن کثیر، در منثور اور بحر المحیط میں لکھا ہے کہ آیت ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی اور اسی آیت کے متعلق یہ بھی دوسرے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ تو اس صورت میں ان دونوں چیزوں میں کیسے اطباق ہوگا۔ روح المعانی میں جو بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی تھی اور پھر مدینہ میں دوبارہ نازل ہوئی تھی۔ اور مکہ میں پہلے نازل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ زیادہ خطرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مکی دور میں ہی تھا۔ پس مکّی دور میں اگر حفاظت کا وعدہ نہ ہوتا تو حضور اکرمؐ کے دل کو کیسے قرار ملتا۔ پس ضروری تھا کہ یہ آیت مکہ میں ضرور نازل ہوئی ہو اور ابن کثیر کی یہ رائے بالکل درست اور زیادہ قابل قبول ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور مدینہ میں پھر نازل ہوئی ہے۔ مدینہ میں جنگ بدر کے بعد جو خطرات در پیش ہوئے ہیں اُحد وغیرہ کے وہ سارے متقاضی ہیں کہ دوبارہ حفاظت کے وعدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل کو تسلی مل جائے۔

اس ضمن میں ابن عباس کی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا تو اس کی وجہ سے میرا دل گھبرایا اور مَیں نے سمجھ لیا کہ لوگوں کا ایک طبقہ مجھے جھٹلا دے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ابوطالب ہر روز آنحضرت ﷺ کے ساتھ بنی ہاشم کے کچھ لوگ حفاظت کے لئے بھجوایا کرتے تھے۔ آپ بنوہاشم سے تعلق رکھتے تھے اس لئے آپ کو اپنے قبیلہ پر زیادہ اعتماد تھا اور دشمن قبیلوں کے متعلق خطرہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جب آیت ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "يَآ عَمَّاهُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَصَمَنِي مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَلَا اَحْتَاجُ مَنْ يَّحْرُسُنِيْ" یعنی اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکہ ہی میں آیت نازل ہو چکی تھی اور اس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خود حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس اب میرے ساتھ کسی محافظ کو نہ بھیجا کریں۔

دوسرا نزول سن دو ہجری کا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہو چکی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ حضور نے فرمایا کاش میرے صحابہ میں سے کوئی صالح نوجوان آج رات پہرہ دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی اثناء میں ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کون ہے۔ تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حضور مَیں ہوں۔ آنحضور ﷺ نے پوچھا تم کیوں آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور! میرے دل میں حضور کے بارہ میں کچھ خوف پیدا ہوا تھا اس لئے مَیں حضور کے پہرہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو دعا دی اور پھر سو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ تو گویا کہ یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ ایک دفعہ مکہ میں ہو چکی تھی ایک مدینہ میں۔ آپ نے سر خیمہ سے باہر نکالا اور فرمایا آپ چلے جائیں فَقَدْ عَصَمَنِيَ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اگر یہ دوبارہ نزول کا ۲ر ہجری کا ہی واقعہ ہے تو اس کے بعد تمام غزوات جتنے بھی بڑے خوفناک غزوات تھے جو نہایت ہی خطرناک مواقع لے کے آئے تھے وہ سارے اس دوسرے نزول کے بعد کے واقعات ہیں۔ پس وہ لوگ جو اسے مدنی قرار دیتے ہیں ان کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مدنی ہونے کے باوجود تمام خطرات تو اس آیت کے نزول کے بعد ہوئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ہر قسم کی بدنی اور معنوی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا تھا۔

اب ایک حدیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے حضور سے آگے نکل گئے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے آگے نکلے، سوال یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی وجہ سے پانی کی تلاش میں آگے نکلے تھے ورنہ یہ کوئی معنے نہیں کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے آگے نکل گئے۔ حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ مَیں حضورؐ کی حفاظت کی غرض سے اس رات حضور کے ساتھ رہا۔ اس پر حضورؐ نے مجھے دعا دی اور فرمایا اللہ تمہاری حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب الرجل يقول للرجل حفظك الله)

ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ مگر جب آیت ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور فرمایا: اے لوگو! چلے جاؤ کیونکہ خدا تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(ترمذی. كتاب التفسير)

اس ضمن میں ایک حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ مکہ کے اسّی آدمی تنعیم نامی پہاڑ سے اُتر کر حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ پر اچانک حملہ کرنے کے لئے آئے لیکن سب کے سب پکڑے گئے مگر حضور ﷺ نے سب کو بخش دیا۔

اب یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عفوِ مجسم ہے کہ قتل کی نیت سے آئے تھے اور اچانک حملہ آور ہوئے تھے اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کی جان بخشی فرمائی۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے مکہ کی وادی میں

دشمنوں کے ہاتھ کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھ کو ان سے روک دیا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کامیابی بخشی تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد)

ایک روایت میں ابو جہل کے ارادۂ قتل کا ذکر ملتا ہے۔ ابو جہل نے قریش کو کہا کہ محمد (ﷺ) ہمارے دین کے عیب نکالتا ہے، ہمارے آباء اور ہمارے بتوں کو گالیاں دیتا ہے اور مَیں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ مَیں کل ضرور ایک پتھر کے ساتھ جس کو مَیں اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں محمد (ﷺ) کا سر اس وقت جب وہ سجدہ میں ہوں گے، کچل دوں گا۔ پس تم اس وقت میری حفاظت کرنا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں کرلیں۔ اس پر مشرکین نے کہا تُو جو چاہے کر، ہم تیری حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ اگلی صبح ابو جہل نے جیسا پتھر کہا تھا ویسا پتھر لیا، پھر آنحضرت ﷺ کی انتظار کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے آئے تو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ قریش دُور بیٹھے دیکھ رہے تھے کہ ابو جہل کیا کرتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو ابو جہل نے پتھر اٹھایا اور آپ کی طرف چل دیا یہاں تک کہ جب وہ آپ کے قریب ہوا۔ تو وہ شکست خوردہ، ڈرا ہوا، ایسی حالت میں واپس آیا کہ اس کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ پتھر کے ساتھ شَل ہوچکے تھے۔ اور اس کی یہ کیفیت اس وقت تک رہی جب تک کہ اُس نے اُس پتھر کو پھینک نہ دیا۔ قریش مکہ اس کی طرف لپکے اور پوچھا: اے ابوالحکم! تمہیں کیا ہوا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ مَیں وہ کام کر گزرنے کے لئے جس کا تم سے ذکر کیا تھا، کھڑا ہوا اور جب مَیں اُس کے پاس پہنچا تو میری راہ میں ایک اونٹ حائل ہوگیا۔ بخدا مَیں نے اس اونٹ جیسا کسی اونٹ کا نہ سر دیکھا ہے نہ گردن اور نہ ایسی کچلیاں۔ چنانچہ مجھے خوف پیدا ہوا کہ وہ مجھے کھالے گا۔ (تلخیص از سیرت ابن ہشام۔ جلد اوّل)

سفر ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حفاظت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت ﴿وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ﴾ کے تعلق میں بیان کرتے ہیں کہ ایک رات قریش مکہ نے باہم مشورہ کیا کہ صبح ہوتے ہی نبی کریم ﷺ کو گرفتار کرلیں گے اور بعض نے مشورہ دیا کہ قتل کردیں، بعض نے کہا کہ مکہ سے نکال دیں مگر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس بات سے آگاہ فرمادیا۔ تب اس رات حضرت علیؓ آپؐ کے بستر پر سوئے اور نبی کریم ﷺ وہاں سے روانہ ہوکر غار تک پہنچ گئے اور مشرکین ساری رات حضرت علیؓ کو نبی کریم ﷺ سمجھ کر اُن کی نگرانی کرتے رہے اور صبح ہوتے ہی اُن پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ مگر جب وہاں حضرت علیؓ کو پایا تو انہیں معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تدبیر کو ناکام کردیا ہے۔ اور کہنے لگے: تمہارا ساتھی کہاں ہے؟۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں۔ اس پر انہوں نے حضور ﷺ کا کھوج نکالنا شروع کیا اور جب پہاڑ تک پہنچے تو پاؤں کے نشانات ملنے ختم ہوگئے۔ پہاڑ تک پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ اس پہاڑ پر آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نشان اس سے آگے نہیں گئے، وہیں رک گئے اس لئے کھوجی نے کہا کہ لازماً آنحضرت ﷺ اسی پہاڑ پر ہیں۔ چنانچہ وہ پہاڑ پر چڑھے یہاں تک کہ غار کے قریب سے گزرے اور غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے: اگر آپؐ اس میں داخل ہوتے تو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ چنانچہ آپؐ اس غار میں تین دن تک رہے۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مسند بنی ھاشم)

لیعنی دشمن یہاں سے ناکام ہو کے واپس چلا گیا لیکن آنحضرت ﷺ اس غار میں ہی رہے تاکہ تین دن کے بعد پھر وہاں سے روانہ ہوں۔ اس ضمن میں بعض دوسرے ایسے لوگ تھے جن کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسی غار میں چھپے ہوئے ہیں اور بہرحال نکل کر مدینہ کی طرف جائیں گے۔ تو انہوں نے اپنے طور پر تعاقب کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

ابواسحاق سے روایت ہے کہ انہوں نے براء بن عازب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے باپ کے گھر آئے تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ جس رات آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر کیا تھا، اُس کے کچھ واقعات بتایئے۔ آپؓ نے فرمایا: ہاں مَیں سناتا ہوں۔ ہم نے رات سے لے کر اگلے دن کی دوپہر تک سفر کیا۔ ہم نے ایک ویران راستہ اختیار کیا جس پر لوگ عام طور پر نہیں چلتے تھے۔ (دوپہر کے وقت) ہمیں ایک لمبی سی چٹان نظر آئی۔ آگے بڑھی ہوئی ہونے کی وجہ سے اُس کا سایہ تھا اور وہاں دھوپ نہیں آتی تھی۔ ہم وہاں اترے...... سورج ڈھلنے کے بعد ہم چل پڑے (تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ) سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا۔ مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم تو پکڑے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا: ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ایک دفعہ غار میں فرمایا تھا لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور دوسری دفعہ پھر۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جان کے لئے نہیں ڈرے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خاطر ڈر رہے تھے۔ ڈرو نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر بھی اللہ ہمارے ساتھ ہی فرمایا، یعنی ہم دونوں کے ساتھ اللہ ہے۔ یہی ایک حدیث جو دونوں طرح برابر آئی ہے اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ شیعوں کے سارے الزام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جھوٹے اور لغو ہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ اَللّٰہُ مَعِیْ کہتے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے کہا تھا ﴿اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ﴾ بجائے اس کے فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾۔ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے یعنی ہمارے ساتھ ہے۔ پھر حضورؐ نے سراقہ کے خلاف بددعا کی جس کے نتیجہ میں اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس کا پیٹ تک زمین میں دھنسنا، یہ بھی غور طلب بات ہے۔ وہاں کوئی دلدل تو نہیں تھی کہ جس میں گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس جاتا لیکن گھوڑا گرا ہے، لیٹ گیا ہے اور پیچھے مڑ کر جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا تو یہی محسوس ہوا کہ وہ زمین میں دھنس چکا ہے۔ بہرحال حضور نے سراقہ کے خلاف بددعا کی جس کے نتیجہ میں اس کا گھوڑا یوں معلوم ہوا ہے جیسے زمین میں دھنس گیا ہے۔ اس پر سراقہ نے کہا: مجھے یقین ہے کہ آپ نے مجھے بددعا دی ہے، اب میرے لئے دعا کیجئے۔ مَیں آپ دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری درخواست ردّ نہ کریں۔ اب اس نے یہاں دونوں کو مخاطب کر کے کہا ہے صرف رسول اللہ ﷺ کی دعا پہ شاید پورا اعتبار نہیں تھا حضرت ابوبکر کے متعلق بھی کہا کہ وہ بھی میرے لئے دعا کریں۔

تب حضرت ابوبکرؓ نے نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے دعا کی۔ حضرت ابوبکرؓ اپنا مقام سمجھتے تھے اس لئے اس کے جواب میں خاموش رہے اور آنحضرت ﷺ کو موقع دیا کہ آپؐ اس کے لئے دعا کریں۔ سراقہ کی مصیبت ٹل گئی۔ اس کے بعد سراقہ جسے بھی ملتا اسے کہتا ادھر کچھ نہیں ہے، جو کوئی بھی اس سے ملتا اسے واپس لوٹا دیتا۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ اس طرح اس نے ہمارے ساتھ کیا ہوا عہد نبھایا۔ (بخاری۔ کتاب المناقب)

اب سراقہ کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ جھوٹ اس نے بولا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک حضرت ابوبکر یا حضرت رسول اللہ ﷺ نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ سراقہ تو غیر مسلم تھا اس نے جھوٹ بولا۔

ایک اور روایت میں ملتا ہے کہ سراقہ کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے سونے کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہونگے۔ اور اس وقت وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا، اس قدر مجبوری کی حالت میں رسول اللہ ﷺ تن تنہا رستہ میں جارہے ہیں، انتہائی خطرات میں، ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ کے ہاتھ میں ہونگے اور ایسا ہی واقعہ ہوا پھر اور سراقہ اس وقت زندہ رہا جب تک کہ یہ حدیث پوری نہیں ہوگئی۔

ایک روایت میں ایک یہودیہ کے زہریلے گوشت کے متعلق روایت ملتی ہے۔ اب یاد رکھیں

کہ یہ ساری روایات جتنی بھی ہیں یہ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے تابع بیان کی جارہی ہیں۔اسی آیت کے نیچے آپ کی حفاظت کا وعدہ تھا اور مختلف وقت میں، مختلف خطرناک اوقات میں یہ وعدہ بڑی شان سے پورا ہوتا رہا۔ آنحضرت ﷺ صدقہ تو نہیں کھاتے تھے مگر تحفہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔غزوہ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے زہر ملا کر ایک بھونی ہوئی بکری آنحضرت ﷺ کو بطور تحفہ بھجوائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کچھ کھالیا اور باقی صحابہ نے بھی اس میں سے کچھ کھالیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا:اس کھانے سے ہاتھ روک لو کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ زہر آلودہ ہے۔ چنانچہ حضرت بشر بن البراء بن معرور انصاریؓ (کھانا کھانے سے) وفات پاگئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اس یہودی عورت سے پچھوایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟اُس نے جواب دیا:اگر آپ سچے نبی ہیں تو میرا یہ فعل آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتا اور اگر آپؐ دنیاوی بادشاہ ہیں تو مَیں نے آپؐ سے لوگوں کو چھٹکارا دلانے کی خاطر یہ اقدام کیا ہے۔(سنن ابو داؤد۔ کتاب الدیات)

اب آنحضرت ﷺ کی بخشش کا اس سے بھی اندازہ فرمائیے کہ آپ کو غلبہ ہو چکا تھا مدینہ میں لیکن اس یہودی عورت کو جس نے زہر دے کر آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی آپ نے کوئی سزا نہ دلائی۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب یہودی عورت سے اس فعل کا سبب پوچھا گیا تو وہ بولی یہ مَیں نے اس لئے کیا ہے کہ اگر تو آپ خدا کے نبی ہیں تو خدا تعالیٰ آپ کو ضرور اس کی خبر کر دے گا اور اگر نبی نہیں ہیں تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی۔

اب جنگ حنین جو انتہائی خوفناک جنگ لڑی گئی ہے جس میں بہت ہی زبردست خطرات رسول اللہ ﷺ کو پیش آئے تھے وہ بھی ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس﴾ کی آیت کے نزول کے لازماً بعد ہوئی ہے خواہ اس کا آپ مکہ میں نازل ہونا سمجھیں یا مدینہ میں سمجھیں مگر اس میں تو شک ہی کوئی نہیں کہ جنگ حنین جنگ احد کی طرح اس آیت کے نزول کے بعد ہوئی ہے۔ ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت براء کے پاس آیا اور کہا:اے ابو عمارہ کیا تم جنگ حنین کے دن بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ تو حضرت براء نے کہا مَیں نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہرگز نہیں بھاگے۔اس نے پوچھا تھا ابو عمارہ سے کہ کیا تم بھاگے تھے تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا ہے کہ مَیں نبی اکرم ﷺ کے بارہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ ہرگز نہیں بھاگے، بلکہ بات یہ ہوئی کہ چند جوشیلے نوجوان بغیر کسی اسلحہ کے ہوازن قبیلہ کی طرف چل نکلے۔

اب یہاں روایات مختلف ہیں اور مشتبہ ہیں۔یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بغیر ہتھیاروں کے قبیلہ کی طرف چل پڑے ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ بھگدڑ مچی ہے بہت زبردست تیر انداز تھے مقابل والے۔ اور ان کے تیروں سے گھبرا کر سواریاں الٹی ہیں اور یہاں تک آتا ہے کہ بعض دفعہ سواریوں کے بگٹٹ واپس بھاگنے کے نتیجہ میں کچھ لوگ نیچے کچلے بھی گئے اور وہ سواریاں ان کے قابو نہیں آرہی تھیں۔اس حالت میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ وہاں کھڑے تھے اور بڑے جوش کے ساتھ آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبْ

کہ میں نبی ہوں اور بحیثیت نبی ہونے کے جھوٹ نہیں بولتا۔ اور اس وقت آپ کا زور سے یہ کہنا کہ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ یہ بات بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے باقی صحابہ کے بدلہ اپنی طرف توجہ مبذول کروادی۔ کیونکہ دشمن کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ہی دشمنی تھی نہ کہ دیگر صحابہ سے۔ اگر تھی تو آپ کی وساطت سے تھی۔ تو ساری توجہ ان سے ہٹا کر اپنی طرف کر دی کہ جس نے مارنا ہے یا کوئی قتل کی کوشش کرنی ہے تو میری طرف آئے۔

اس وقت ابوسفیان آپ کی خچر کی لگام پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے۔ آپؐ خچر سے نیچے اترے اور دعا کی اور لوگوں کو مدد کے لئے بلایا۔ ساتھ ساتھ آپؐ یہی کہتے جاتے:

أنا النبي لا كذب   أنا ابن عبدالمطلب

مَیں نبی ہوں اور اِس میں کوئی جھوٹ نہیں اور مَیں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اَللّٰهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ اب اپنی نصر اتار، اپنی مدد اتار، اے اللہ تو اپنی نصرت نازل فرما۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تو ہم آنحضرت ﷺ کے جلو میں پناہ لیا کرتے تھے۔

(بخاری۔ کتاب الجہاد والسّیر)

اب دیکھئے رسول اللہ ﷺ دوسروں کو پناہ دیا کرتے تھے اس وقت آپ سے پیچھے ہونا محفوظ ہونے کی علامت تھا۔ آنحضرت ﷺ پر جو حملہ تھا اس کی تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا وعدہ کیا ہوا تھا اور آپؐ کے جلو میں جو صحابہ تھے وہ سارے محفوظ رہتے تھے۔ کہتے ہیں اور ہم میں سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو دوران جنگ آنحضرت ﷺ کے بالکل قریب ہوتا تھا کیونکہ سب سے گھمسان کی جنگ وہیں ہوتی تھی جہاں آنحضرت ﷺ کا وجود تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی حفاظت کے وعدہ کے تعلق میں اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

”ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ مَیں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ جس کمرہ کے اندر مَیں بیٹھا ہوا تھا اُس میں بجلی آئی، سارا کمرہ دھوئیں کی طرح بھر گیا اور گندھک کی سی بُو آتی تھی لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا“۔ وہ بجلی پڑی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے صحابہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔ عین ”اُسی وقت وہ بجلی ایک مندر پر گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اُس میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور وہ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ بجلی ان تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اُس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا۔ دیکھو وہی بجلی کی آگ تھی جس نے اُس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہیں دے سکی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی“۔(الحکم ۱۰/جون ۱۹۰۷ء)

اسی حفاظت کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اور واقعات بھی بیان کرتے ہیں:

”ایک دفعہ ایک بچھو میرے بستر کے اندر لحاف کے اندر چلتا ہوا پکڑا گیا اور دوسری دفعہ لحاف کے ساتھ مرا ہوا پایا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس کے ضرر سے محفوظ رکھا۔

(الحکم ۱۰/جون ۱۹۰۷ء)

اس ضمن میں مَیں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت تھی کہ بستر کو اوپر کا کپڑا اتار کر اچھی طرح دیکھ لیا کرتے تھے اور اسی دیکھنے کے نتیجہ میں ابھی بھی بہت سے خطرات سے انسان بچ سکتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہے اور کئی مواقع پر جب لحاف کو دیکھا تو کوئی خطرناک چیز، کوئی جانور، کوئی خطرناک مکڑی وغیرہ اندر پھر رہے تھے۔ تو خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے عذاب سے بچا لیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملہ میں تو خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ وہ بچھو مرا ہوا پایا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ہی غافل طبیعت کے تھے۔ آپ کی نظروں میں بھی ایک قسم کی غفلت تھی، ایک مدہوشی سی پائی جاتی تھی اور اتنی سادگی تھی کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا اپنے متعلق کہ مجھے کیا خطرہ درپیش ہے۔ ایک اور شخص نے ایک دفعہ دیکھا اور بتلایا کہ آپ کے دامن

میں آگ لگ گئی ہے۔اب دامن کو آگ لگے تو سب سے پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پتہ ہونا چاہئے تھا مگر کسی شخص نے دیکھا اور اس نے کہا کہ آپ کے دامن کو آگ لگ گئی ہے۔ "آگ کی گرمی اور سوزش کے واسطے بھی کئی ایک اسباب ہیں اور بعض اسباب مخفی در مخفی ہیں جن کی لوگوں کو خبر نہیں اور خدا تعالیٰ نے وہ اسباب اب تک دنیا پر ظاہر نہیں کئے جن سے اس کی سوزش کی تاثیر جاتی رہے۔ پس اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ حضرت ابراہیم پر آگ ٹھنڈی ہو گئی۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ۲۲۶ طبع جدید)

اس ضمن میں مَیں نے انڈونیشیا کے سفر کے واقعات بیان کئے تھے جس طرح حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ کو آگ پر غلبہ عطا ہوا تھا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام تھا کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ایک موقع پر وہ عمارت مَیں نے خود جا کے دیکھی ہے، بہت تیزی سے آگ لگی ہے۔ لکڑی کے مکان تھے ان کو جلاتی ہوئی وہ مولوی رحمت علی صاحب کے مکان تک، عین کنارے تک پہنچی جس کی ایک طرف کی دیوار بھی جھلس گئی اور نیچے سے لوگ شور مچاتے رہے کہ مولوی صاحب اتر جائیں نیچے، بس کریں اب، مولوی صاحب نے فرمایا بالکل نہیں آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ چنانچہ اچانک ایک بڑے زور سے بجلی کڑکی اور بدلی برسی ہے ،اس زور سے بارش ہوئی ہے کہ وہ ساری آگ وہیں خود جل کر راکھ ہو گئی اور حضرت مولوی رحمت علی صاحب کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام بڑی شان سے پورا ہوا ہے اور بار بار ہوا ہے کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔

اب کس طرح اللہ تعالیٰ بدلی کا سایہ ساتھ ساتھ کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ کی بات تو پرانی تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ بدلیاں بھی آپ کے آرام کے لئے آپ کے ساتھ ساتھ چلا کرتی تھیں۔ حضرت امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں کسی سفر سے واپس قادیان آرہا تھا تو مَیں نے بٹالہ سے یکہ کرایہ پر لیا۔ اس میں ایک ہندو سواری بھی بیٹھنے والی تھی۔ جب ہم سوار ہونے لگے تو وہ جلدی سے اُس رُخ پر چڑھ گیا جو سورج کے دوسری جانب تھا اور مجھے سورج کے سامنے بیٹھنا پڑا۔ جب ہم شہر سے نکلے تو ناگاہ بادل کا ایک ٹکڑا اٹھا اور میرے اور سورج کے درمیان آگیا اور ساتھ ساتھ آیا۔(سیرۃ المہدی۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۵) ۔اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سورج کی تپش سے اس بدلی نے جو ساتھ ساتھ چل رہی تھی نجات دی۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات ہیں:

"یَرْحَمُكَ رَبُّكَ وَيَعْصِمُكَ مِنْ عِنْدِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَعْصِمُكَ النَّاسُ، يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَعْصِمُكَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِيْن" ۔ تیرا ربّ تجھ پر رحمت کرے گا اور اپنی جناب سے تیری حفاظت کا سامان کرے گا۔ اگرچہ لوگ تیری حفاظت نہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے تیری حفاظت کرے گا۔ اگر زمین کے لوگوں میں سے کوئی بھی تیری حفاظت نہ کرے۔

۱۹۰۰ء کا ایک الہام ہے "يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّقْتُلُوْكَ يَعْصِمُكَ اللّٰهُ يَكْلَؤُكَ اللّٰهُ. اِنِّي حَافِظُكَ عِنَايَةُ اللّٰهِ حَافِظُكَ"۔ وہ چاہتے ہیں تجھے قتل کر دیں۔ اللہ تیری حفاظت کرے گا اور تیری نگہبانی خود کرے گا۔ پھر اپنی طرف ضمیر پھیرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مَیں تیری حفاظت کرنے والا ہوں۔ اللہ کی عنایت تیری محافظ ہے"۔

"يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنَ الْعِدَآءِ وَيَسْطُوْ بِكُلِّ مَنْ سَطَا حَلَّ غَضَبُهٗ عَلَى الْاَرْضِ"۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اس شخص پر حملہ کرے گا جو ظلم کی راہ سے تیرے پر حملہ کرے گا۔ اس کا غضب زمین پر اتر آیا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ کی تفسیر میں پہلے تو سادہ سا ایک لفظ میں اس کا ترجمہ بیان فرماتے ہیں خدا تجھے ان لوگوں کے شر سے بچائے گا جو تیرے قتل کرنے کی گھات میں ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا کسی کے ہاتھ سے قتل نہ کیا جانا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے اور قرآن شریف کی صداقت کا ثبوت ہے کیونکہ قرآن کریم جب تک آنحضرت ﷺ کو پوری زندگی خطرات میں سے گزر کر نہیں ملی کہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کا اعلان کر سکیں اس وقت تک قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ وہ مکمل ہوا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی طرف بلاوا آیا اور اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ یہی فقرہ کہتے رہے کہ "فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى، فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى" کہ مَیں اپنے اعلیٰ دوست کی طرف جانا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا تھا کہ مزید زندگی چاہتے ہو یا بس۔ پس حضرت رسول اللہ ﷺ نے جواب میں یہی فرمایا کہ مجھے مزید زندگی کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ جو کام تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا ہو چکا ہے، قرآن نازل ہو گیا، آپ کی حفاظت کا وعدہ پورا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے خود ہی واپسی کی تمنا کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ "پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی درج تھی کہ نبی آخر الزمان کسی کے ہاتھ سے قتل نہ ہوگا"۔ مجھے سر دست تو اس وقت یاد نہیں ورنہ پہلے ہی آپ کے لئے حوالہ نکال لیتا۔ پہلی نبیوں کی پیشگوئی ایسی ضرور ہوگی جس میں یہ ذکر ہوگا۔ اگلی دفعہ خطبہ میں اگر ربوہ سے اطلاع آگئی کہ وہ کن انبیاء کی پیشگوئی تھی تو انشاء اللہ مَیں آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرتؐ کے ساتھ جو حفاظت کا وعدہ بڑی شان کے ساتھ پانچ مواقع پر پورا ہوا ہے۔ مواقع تو بے شمار تھے مگر پانچ خاص مقامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چنے ہیں اور اسی طرح پانچ اپنے متعلق بھی واقعات بیان فرمائے ہیں کہ جس طرح خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خاص موقعوں پر حفاظت کا انتظام فرمایا اسی طرح مجھ عاجز غلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی برکت سے غیر معمولی خطرات کے وقت حفاظت میں رکھا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"یاد رہے کہ پانچ موقعے آنحضرت ﷺ کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا۔ اگر آنجناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے۔ ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے"۔ یہ وہ واقعہ ہے جو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ "دوسرا وہ موقعہ تھا جب کہ کافر لوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع حضرت ابوبکر کے چھپے ہوئے تھے۔ تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جبکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپؐ کے گرد محاصرہ کر لیا تھا اور آپؐ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ چوتھا وہ موقعہ تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دیدی تھی۔ اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اُس کا دیا گیا تھا۔ پانچواں وہ خطرناک موقع تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخرکار غالب ہو جانا

ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت، آپؑ صادق تھے اور خدا آپؑ کے ساتھ تھا۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۲۔ حاشیہ۔ صفحہ ۲۶۳۔۲۶۴)

اس کے بعد اپنے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ عجیب بات ہے کہ میرے لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی"۔ اب یہاں عصمت کا جو مَیں نے ترجمہ کیا تھا معنوی معنوں میں عزت کے لحاظ سے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس تحریر سے اس کی تائید کرتے ہیں کہ صرف جان کو خطرہ نہیں تھا عزت کو بھی خطرہ تھا اور ﴿ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس﴾ میں دونوں وعدے موجود ہیں۔ اوّل وہ موقع جبکہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا۔ دوسرے وہ موقعہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا۔ تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا۔ چوتھے وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا۔ پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی کی گئی اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا تا مَیں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۲۔ حاشیہ۔ صفحہ ۲۶۳)

اب یہ بھی عظیم واقعہ ہے کہ لیکھرام کے قاتل کی تلاش میں آریہ شور مچا رہے تھے کہ ہمارا قاتل مرزا غلام احمد ہے اور ان کی تلاشی لی جائے۔ چنانچہ اچانک تلاشی کے لئے سپرنٹنڈنٹ پولیس وہاں خود پہنچا جو انگریز تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال تھا کہ خود ہی اپنے تمام خطوط اور خط وکتابت جن کے لئے وہ سرگرداں تھا کہ کسی طرح میرے ہاتھ آ جائیں، خود ہی ان کے سامنے پیش کر دئے اور کہا کہ اس صندوقچی میں یہ بھی پڑا ہے، یہ بھی پڑا ہے۔ مکمل اپنی خط وکتابت، دوسروں کے خط تھے یا اپنے خط دوسروں کے نام تھے وہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دئے۔ اور اس نے سب کا مطالعہ کیا اور کسی ایک میں ایک ادنیٰ سی جگہ بھی کوئی شبہ کی نہ پائی۔

اس موقع کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی نے ڈرایا تھا اور یہ کہا تھا کہ فلاں تھانیدار جو بڑا سخت متعصب ہے یہ غالباً شیخ نیاز محمد صاحب کے والد صاحب تھے کہ اس نے عہد کیا ہے کہ مَیں مرزا صاحب پر ہاتھ ڈالوں گا اور دیکھوں گا کہ کون میرے ہاتھ سے آپ کو بچا سکتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو ٹیک لگا کر سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر اٹھ بیٹھے اور کہا کون ہے جو خدا کے شیروں پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ وہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا۔ اس کے ہاتھ کو ایک ایسی بیماری ہوئی کہ اس کا اور کوئی علاج ڈاکٹروں کے پاس نہیں تھا سوائے اس کے کہ ہاتھ کاٹا جاتا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے، اپنے آقا کی برکت سے، قدم قدم آپ کے معجزات رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے پیچھے چل رہے ہیں۔

اب مَیں اس نسبتاً مختصر خطبہ کے بعد کیونکہ مَیں نے بہت سی روایات جو بہت فرضی روایات داخل ہو گئی ہیں ابن ہشام وغیرہ کی وہ مَیں نے بیچ میں سے نکال دی ہیں۔ مَیں صرف وہی روایات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو قطعی اور یقینی ہوں تاکہ آپ بھی بڑی جرأت کے ساتھ اس کو دشمن کے سامنے پیش کر سکیں۔ اب اس مختصر خطبہ کے بعد میں آخری خطبہ ثانیہ دیتا ہوں۔

۞۞۞۞......❋❋❋......۞۞۞۞